سزائے قید کی تعزیری حیثیت کے بارے میں فقہاء کے اختلافی مباحث کا تحقیقی جائزہ

*افتخار الحسن میاں

The cruelty in its various forms in implementation of imprisonment in different parts of the world have raised a number of questions about Islamic legal position of this very common t'azir punishment. The Muslim jurists of past and present have expressed their serious reservations on the ways in which imprisonment usually implemented and declared it un-Islamic. This article clarifies Islamic legal position of imprisonment by furnishing evidence from the Qur'?n, the Sunnah of the Prophet Mu?ammad (peace be on him) and the practice of his righteous companions as well as by analyzing arguments of the Muslim commentators and jurists. The discourse among the Muslim jurists emerged on the subject when Q??i Ab? Y?suf (113-182 H/731-798 A.D) highlighted the cruel treatment of the prisoners and severe violation of their human rights which were guaranteed by Islam. The article shows that the Muslim jurists have duly focused on different issues involving malpractice in imprisonment. Some jurists tried to limit this punishment to only eight crimes and some emphasized on whipping instead of imprisonment because it does not negate free movement of someone who commits a minor crime, while some other argued that even the construction of prisons is un-Islamic because there was no prison in the period of the Prophet (peace be on him). The paper analyses their critique along with their arguments and reaches at the conclusion that the Muslim jurists, in fact, have considered imprisonment and prisons to be legal but they condemned all forms of malpractice in imprisonment, ranging from depriving prisoners the basic human rights to excessive powers of rulers to imprison the alleged people without fair trial and the due legal process.

سزائے قید کی عملی تطبیقات کی وجہ سے اس سزا کی شرعی حیثیت کا مسئلہ ہر دور کے فقہاء کرام علیہم الرحمہ کی علمی وتنقیدی مباحث کا موضوع رہا ہے۔آج کے دور میں دیگر کئی مسلم وغیر مسلم مما لک کے علاوہ وطنِ عزیز پاکستان کی جیلوں میں آئے روز رونما ہونے والے غیر انسانی رویوں اور بہیمانہ تشدّد کے واقعات کے باعث یہ ایک زندہ مسئلہ ہے۔اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اسلامی مصادر کی ورق گردانی کر کے اُن اسباب و

*لیکچرر/ ریسرچ ایسوسی ایٹ، ادارہ تحقیقات اسلامی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

عوامل کی نشاندہی کی جائے جن کے تناظر میں فقہاءِ اسلام سزائے قید کی شرعی حیثیت کے بارے میں مختلف نقطہ ہائے نظر کا اظہار کرتے رہے ہیں۔ اُن کے اختلافی مباحث و دلائل کے اِس تجزیاتی مطالعہ کی روشنی میں ہمیں پاکستانی جیلوں میں سزائے قید کی عملی تطبیقات میں اسلامی تعلیمات سے متصادم خرابیوں کو دور کرکے انہیں سزایافتہ مجرموں کی اصلاح اور مثبت کردار سازی کے مراکز بنانے کا موقع میسر آ سکتا ہے۔

فقہاءِ اسلام علیہم الرحمہ سزائے قید کو ایک جائز و شرعی تعزیر تسلیم کرتے ہیں اور اپنے اپنے معاشروں میں رونما ہونے والے مالی معاملات اور تعزیری جرائم میں انہوں نے یہ سزا تجویز بھی کی کیونکہ اس سزا کے جواز پر قرآن حکیم، سنّت مبارکہ اور عملِ صحابہ رضوان اللہ علیہم سے متعدد دلائل و شواہد دستیاب ہیں۔ مقالہ میں زیرِ بحث اصل موضوع پر فقہاء کے مباحث پیش کرنے سے پیشتر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اختصار کے ساتھ ان مذکورہ تینوں مصادرِ شریعت سے اس سزا کی شرعی حیثیت واضح کردی جائے۔

سزائے قید کے جواز پر قرآنی دلائل

ا۔ ہجرت مدینہ کے بعد سن 3 ہجری میں (1) اللہ تعالیٰ نے جرم زنا کی مرتکب عورتوں کے لئے ابتدائی اور عارضی حد سورۃ النساء کی اس آیت مبارکہ میں بیان فرمائی ارشاد تعالیٰ ہے:

وَ الّٰتِیْ یَاْتِیْنَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِّسَآئِکُمْ فَاسْتَشْهِدُوْا عَلَیْهِنَّ اَرْبَعَةً مِّنْکُمْ فَاِنْ شَهِدُوْا فَاَمْسِکُوْهُنَّ فِی الْبُیُوْتِ حَتّٰی یَتَوَفّٰهُنَّ الْمَوْتُ اَوْ یَجْعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ سَبِیْلًا(2)

اور جو کوئی ارتکاب کرے بدکاری کا تمہاری عورتوں میں سے تو گواہ طلب کرو (تہمت لگانے والے سے) ان پر چار مرد اپنوں میں سے، پھر اگر وہ گواہی دے دیں تو بند کردو اُن عورتوں کو گھروں میں یہاں تک کہ پورا کردے اُن (کی زندگی) کو موت یا بنادے اللہ تعالیٰ اُن (کی رہائی) کے لئے کوئی رستہ۔(3)

امام قرطبی، اُبوعبداللہ محمد بن اُحمد انصاری (م 671ھ/1273ء) علیہ الرحمہ نے اس آیت مبارکہ کی تفسیر کے ضمن میں امام و شیخ ابن العربی اُبوبکر محمد بن علی محمد اُندلسی (560-638ھ/1165-1240ء) علیہ الرحمہ کا یہ قول نقل کیا ہے:

وهذا الإمساك و الحبس فی البیوتِ کان فی صدر الإسلام قبل أن یکثر الجناة، فلمّا کثروا و خشی قوّتهم، اتّخذلهم سجن. (4)

اسلام کے ابتدائی دور میں مجرموں کی کثرت ہونے سے قبل زنا کی مرتکب عورتوں پر یہ

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

قدغن عائد تھی اور انہیں گھروں پر قید کرنے کا (قرآنی حکم کے تابع) دستور تھا۔ پھر جب مجرموں کی تعداد بہت بڑھ گئی اور یہ اندیشہ ہوا کہ وہ معاشرہ میں قوت اختیار کر کے اس کا پاکیزہ اور پُرامن ماحول تہ وبالا کر دیں گے تو اُن کے لئے باقاعدہ جیل بنانے کا طریقہ اختیار کر لیا گیا۔

امام قرطبیؒ اور امام ابن العربیؒ دونوں ممتاز مالکی فقیہ ومفسر ہیں۔ زنا کاروں کی ابتدائی حد کے طور پر سزائے قید کے منسوخ ہونے کی فنی بحث سے قطع نظر انہوں نے اس آیت مبارکہ سے صدر اسلام کے مابعد دور میں جیلوں کی تعمیر اور اُن میں مجرموں کو قید رکھنے کا جواز یعنی ان کی شرعی حیثیت کو ثابت کیا ہے۔

2- قرآن حکیم میں سورۃ المائدہ کی درج ذیل آیت میں جرائمِ حدود میں سے ایک انتہائی سنگین جرم مسلّح ڈکیتی کی چار مختلف سطحوں کے لیے چار سزائیں بیان ہوئی ہیں تاکہ ان میں سے ہر جرم کی سطح اور حالات وواقعات کی رعایت کرتے ہوئے مجرم کو ان میں سے کوئی مناسب سزا دی جاسکے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِیْنَ یُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ یَسْعَوْنَ فِی الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ یُّقَتَّلُوْٓا اَوْ یُصَلَّبُوْٓا اَوْ تُقَطَّعَ اَیْدِیْهِمْ وَ اَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ یُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ......الخ(5)

بلاشبہ سزا اُن لوگوں کی جو جنگ کرتے ہیں اللہ اور اُس کے رسول سے اور کوشش کرتے ہیں زمین میں فساد برپا کرنے کی، یہ ہے کہ اُنہیں (چُن چُن کر) قتل کیا جائے یا سُولی دیا جائے یا کاٹے جائیں اُن کے ہاتھ اور اُن کے پاؤں مختلف طرفوں سے یا جلاوطن کر دیئے جائیں۔(6)

اس آیت مبارکہ کے کلمات اَوْ یُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ سے متقدمین اور متأخرین میں سے اکثر مفسرین نے سزائے قید کے معنی مراد لیے ہیں۔ کبار صحابہ میں سے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما (3ق ھ-68ھ/619-687ء) اس آیت میں مذکور چار سزاؤں کی اس قرآنی ترتیب کے مطابق تطبیق پر اصرار کرتے ہوئے اس حصۂ آیت کے بارے میں فرماتے ہیں کہ وہ ڈاکو جس نے نہ مال لوٹا ہو اور نہ کسی کو قتل کیا، صرف دہشت پھیلائی ہو تو اُسے جلاوطن کیا جائے گا۔(7)

امام ابن جریر طبری، اُبوجعفر محمد بن جریر (224-310ھ/839-923ء) علیہ الرحمہ کے مطابق امام ابوحنیفہ النعمان بن ثابت (80-150ھ/699-767ء) اور دیگر ائمہ احناف علیہم الرحمہ نے اَوْ یُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ سے سزائے قید مراد لی ہے۔ اُن کی اپنی رائے میں اس کی بہترین تطبیق یہ ہے کہ مجرموں کو کسی دور دراز شہر کی جیل میں قید رکھا جائے تاکہ جلاوطنی (اور قید) پر صحیح طور سے عمل ہو سکے۔(8)

امام دار الہجرہ امام مالک بن اُنس بن مالک اصبحی (93-179ھ/712-795ء) علیہ الرحمہ نے

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

مختلف جرائم کی پاداش میں جلاوطنی کی اسلامی تعزیری کی عملی تطبیق کا یہ طریقہ ایک اصول کے طور پر بیان کیا ہے کہ مَنْ نُفِيَ حُبِسَ فِي الْمَوْضِعِ الَّذِيْ يُنْفَى إِلَيْهِ (9) یعنی جسے جلاوطن کیا جائے تو جس علاقہ کی طرف اُسے جلاوطن کیا جائے، وہاں اُسے قید کر کے رکھا جائے۔

اِن دو آیات مبارکہ اور ان کی تفسیر کے حوالے سے متقدمین مفسرین وفقہاء کی علمی آراء اور استدلالات کے اس مختصر مطالعہ سے بھی واضح ہو جاتا ہے کہ خطرناک مجرموں کو اُن کے سنگین جرائم کی سزائے کے طور پر اور اُن کے مزید جرائم سے انسانی معاشرے کو محفوظ رکھنے کے لیے انہیں جیلوں میں قید رکھنا شرعی طور پر جائز ہے۔

سنّت مبارکہ سے سزائے قید کا جواز

1- حضور نبی مکرّم ﷺ نے اسلامی ریاست کے خلاف مسلح جارحیت کے مرتکب کفار مکہ کو میدانِ بدر میں شکست فاش دینے کے بعد اُن کے زندہ پکڑے جانے والے افراد کو جنگی قیدی بنا لیا تھا۔(10)

2- ہادیٔ دوعالم ﷺ کا ارشاد مبارک ہے: لُيُّ الواجِدِ يُحِلُّ عِرضَهُ وَ عُقوبتَهُ (11) ترجمہ: مالدار مقروض کی ٹال مٹول اس کی عزت اور اس کی سزا کو حلال و جائز کر دیتی ہے۔ ممتاز محدث عبداللہ بن مبارک (118-181ھ/736-797ء) علیہ الرحمہ نے اس حدیث مبارک کی وضاحت ان الفاظ میں کی ہے: يُحِلُّ عِرضَهُ: يُغَلَّظُ لَهُ و عُقوبتَهُ: يُحْبَسُ لَهُ (12) اس کی عزت کو حلال کر دیتا ہے، کا مطلب ہے کہ اُس پر ادائیگی کے لئے سختی کی جائے گی اور اُس کی سزا، سے مراد ہے کہ اُسے ادائیگی پر مجبور کرنے کے لئے قید کیا جائے گا۔

3- امام شوکانی، محمد بن علی (1173-1250ھ/1760-1834ء) علیہ الرحمہ نے ایک حدیث مبارک حضرت عبداللہ بن عمر (10 ق ھ-73ھ/613-692ء) رضی اللہ عنہ، کی روایت سے یوں نقل کی ہے:

إِذَا أَمْسَكَ الرَّجُلُ الرجلَ وَ قَتَلَهُ الآخَرُ، يُقْتَلُ الَّذِي قَتَلَ وَ يُحْبَسُ الَّذِي أَمْسَكَ.(13)

جب کوئی شخص کسی آدمی کو پکڑے رکھے اور اُس کا دوسرا ساتھی اُسے قتل کر دے تو قتل کرنے والے کو قصاص میں قتل کیا جائے گا اور پکڑ کر رکھنے والے کو قید کیا جائے گا۔

4- سیّدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ (323 ق ھ-40ھ/600-661ء) کے عہدِ خلافت میں اُن کے سامنے قتل کا ایک مقدمہ پیش ہوا جس میں ایک شخص نے مقتول کو پکڑے رکھا اور اُس کے دوسرے

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

ساتھی نے اُسے قتل کر دیا تھا۔انہوں نے اِس مقدمے کا فیصلہ کرتے ہوئے فرمایا: يُقْتَلُ الْقَاتِلُ و يُحْبَسُ الآخَرُ فِى السِّجنِ حتّٰى يَمُوْتَ.(14)

مذکورہ بالا احادیث مبارکہ اور سیّدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے فیصلے سے نہ صرف سزائے قید کا شرعی جواز الم نشرح ہو جاتا ہے بلکہ تعزیری جرائم کی طرح مالی جرائم میں بھی اس سزا کی تطبیقات سے آ گہی میسر آتی ہے۔ اِن سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ عہد نبوی میں چونکہ مدنی معاشرہ مختصر تھا اور جرائم بھی کم ہوتے تھے، اس لیے ابتداء میں جیلوں کی تعمیر اور اُن میں مجرموں کو قید رکھنے کی ضرورت ہی پیش نہ آئی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ ابتداء میں زنا کی مرتکب عورتوں کو گھروں پر ہی قید کرنے کا قرآن حکیم میں حکم دیا گیا۔ تاہم خلافت راشدہ میں قتل کے سنگین مقدمات میں قاتل کے معاون کو اس کی موت واقع ہونے تک جیل میں قید کرنے کا طریقہ اختیار کیا جاچکا تھا۔ ظاہر بات ہے کہ یہ سب سے لمبی مدت کی قید تھی جو گھروں یا مسجد کے کسی ستون کے ساتھ مجرم کو باندھ کر نہیں دی جاسکتی تھی۔ خطرناک مجرموں کی تعداد میں بہت زیادہ اضافہ ہو جانے کے باعث اور سزائے قید کی بہتر تطبیقات کے لیے جیلوں کی تعمیر کی ضرورت پہلے سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ (40ق ھ-23ھ/584-644ء) نے اپنے عہد خلافت (13-23ھ) کے تقریباً وسط میں محسوس کی تھی، جب انہوں نے خطرناک اور عادی مجرموں کو جلاوطن کرنے کی اسلامی تعزیر پر عمل درآمد روکتے ہوئے فرمایا تھا: **لَا أُغَرِّبُ مُسْلِمًا بَعْدَهٗ أَبَدًا**۔(15) کہ اس کے بعد میں کبھی کسی مسلمان کو جلاوطن نہیں کروں گا۔ جلاوطنی کی متبادل سزا کے مسئلہ پر فقہاء صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم سے مشاورت کے نتیجے میں انہوں نے مکہ مکرمہ میں اپنے مقرر کردہ گورنر نافع بن عبدالحارث رضی اللہ عنہ کو مکّہ میں جیل بنانے کے لئے صفوان بن امیہ رضی اللہ عنہ (م41ھ/661ء) کا حویلی نما گھر خریدنے کے لئے فرمایا تھا۔ امام اَبوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری (194-256ھ/810-870ء) علیہ الرحمہ نے صحیح البخاری کی کتاب الخصومات کے باب الربط و الحبس فی الحرم میں بتایا ہے کہ

واشترَى نافعُ بنُ عبد الحارثِ داراً لِلسِّجْنِ بِمكّةَ مِن صفوانَ بنِ أميّةَ عَلَى اِنْ عمرُ رَضِيَ فالبيعُ بيعُه، وإنْ لَمْ يرضَ عمرُ فَلِصَفوانَ أربعُمِائَةَ دِيْنَارٍ......الخ(16)

حضرت عمرؓ کے حکم پر نافعؓ بن عبدالحارث نے مکہ مکرمہ میں جیل بنانے کے لئے صفوان بن امیہ سے اس

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

شرط پر ایک بڑا گھر خریدا کہ اگر حضرت عمرؓ اس سودے سے راضی ہوئے تو یہ بیع اُن کی شمار ہو گی اور اگر وہ اس سے راضی و مطمئن نہ ہوئے تو پھر یہ گھر میں چار ہزار دینار صفوان کو دے کرا پنے (صوبہ کے) لئے خرید لوں گا۔

امام بخاریؒ کی اس روایت کے الفاظ اور جس باب کے تحت اسے درج کیا گیا ہے، وہ بھی واضح کر رہے ہیں کہ صدر اسلام میں حضرت عمرؓ کے اس فیصلہ تک مجرموں کو مسجد نبوی کے ستونوں سے باندھ کر قید کیا جاتا تھا، بعد میں انہوں نے مذکورہ بالا گھر خرید کرا سے جیل قرار دے دیا تھا۔ تاہم حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ، تاریخ اسلام کی وہ عبقری شخصیت ہیں جنہوں نے پہلی مستقل اور باقاعدہ جیل تعمیر کروائی اور اس کا نام نافع رکھا تھا مگر اس کی کوئی چار دیواری نہ تھی، اس وجہ سے قیدی مجرم اس سے فرار ہو گئے۔ اس تجربہ کی بنیاد پر انہوں نے کوفہ میں چونے اور پتھر سے باقاعدہ پختہ جیل تعمیر کروائی تھی۔(17)

اس کے بعد کئی برّ اعظموں پر پھیلی ہوئی اسلامی ریاست کے ہر اہم مقام و علاقہ میں باقاعدہ جیلوں کی تعمیر کا نہ رُکنے والا سلسلہ شروع ہو گیا تھا۔(18)

انیسویں صدی کے نامور مجتہد اور شارحِ حدیث امام شوکانی علیہ الرحمہ نے عہد نبوی سے اپنے دور تک سزائے قید اور اس کی عملی تطبیقات کی پوری اسلامی تاریخ اور مصادر کا عمیق جائزہ لینے کے بعد اپنا نتیجہء تحقیق بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:

والحاصلُ أنَّ الحبسَ وقعَ فی زمنِ النبوة و فی أیّامِ الصحابة و التّابعینَ فَمَنْ بعدهم إلی الآن فی جمیع الأعصار مِن دون انکارٍ."(19)

اس تحقیق کا حاصل یہ ہے کہ زمانۂ نبوت، عہد صحابہ و تابعین اور اُن کے بعد جو مسلم حکمران ہوئے ہیں، ان سے لے کر اب تک (یعنی تیرہویں صدی ہجری اور انیسویں صدی عیسوی تک) کے تمام ادوار اور تمام مسلم ممالک میں سزائے قید کی اسلامی تعزیری دی جاتی رہی ہے اور اس کے شرعی جواز کا کبھی کسی نے انکار نہیں کیا۔

اہم اسلامی مصادر سے پیش کیے گئے دلائل و شواہد سے نہ صرف سزائے قید کی شرعی حیثیت میں کوئی ابہام باقی نہیں رہتا بلکہ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ تعزیری جرائم اور مالی معاملات میں اس اسلامی تعزیر کی تطبیقات صدر اسلام سے اب تک کی جاتی رہی ہیں۔ اس سزا کی عملی تطبیقات کے لیے عہد صحابہ رضون اللہ علیہم میں باقاعدہ جیلوں کا قیام عمل میں آ چکا تھا۔ تاہم خلافت راشدہ کے بعد کے ادوار میں اس جائز اسلامی تعزیر کی تطبیقات میں اسلامی تعلیمات سے صرفِ نظر کیے جانے کی وجہ سے ہر دور کے فقہاء اسلام نے سزائے قید کی شرعی حیثیت پر اپنے شدید تحفظات کا اظہار کیا ہے۔

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

عہد صحابہؓ کے بعد پُر ہجوم جیلوں کی کیفیت:

اسلام کی پہلی صدی ہی میں قائم ہونے والی جیلوں میں سزائے قید کی عملی تطبیقات میں در آنے والی خرابیوں کا دائرہ بہت وسیع ہو چکا تھا۔ حجاج بن یوسف ثقفی (م 40-95ھ/ 660-714ء) نے مصر اور عراق کے درمیانی پہاڑی علاقہ میں ایک نیا شہر واسط 84ھ سے 86ھ کے دو سالوں میں تعمیر کروایا تو اس میں ایک بڑی وسیع جیل بھی اس نے تعمیر کروائی تھی۔ اس نے آنے والے دنوں میں اس میں ایسے ہزاروں افراد کو قید کیا تھا جن پر نہ کسی کو قتل کرنے کا الزام تھا، نہ احکام شریعت کی خلاف ورزی کا اور نہ وہ قرض یا کسی اور نوعیت کے مالی واجبات کے نادہندہ تھے۔ اس کی موت کے بعد جب واسط کی اس جیل سے بے گناہ قیدیوں کو رہا گیا تو ان کی تعداد تینتیس (33) ہزار شمار کی گئی۔(20)

حجاج بن یوسف کے بعد سلیمان بن عبدالملک (م 99ھ) نے عراق کا گورنر بنتے ہی اس کی ایک اور ہیبت ناک جیل سے ایک ہی دن میں ہزاروں قیدیوں کو رہا کر دیا تھا۔ امام ابن کثیرؒ، ابوالفدا، اسماعیل بن عمر بن کثیر دمشقی (701-774ھ/ 1302-1373ء) اس روز رہائی پانے والے قیدیوں کی تعداد سے آگاہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> اَطلقَ سليمانُ بن عبد الملك فى غداةٍ واحدةٍ اَحداً وثمانينَ الفَ اسيرٍ كانوا فى سجن الحجاج وَقيل انه لبث فى سجنهِ ثمانون الفا منهم ثلاثون الف امرأة.(21)

> سلیمان بن عبدالملک نے ایک ہی صبح (دن) اکیاسی ہزار قیدیوں کو رہا کر دیا جو حجاج کی جیل میں قید تھے اور کہا جاتا ہے کہ اس کی اس جیل میں اسی ہزار قیدی تھے جن میں سے تیس ہزار خواتین قیدی تھیں۔

صرف اس ایک جیل میں قید افراد کی تعداد پاکستان کی تمام جیلوں میں قید مردوں اور عورتوں کی مجموعی تعداد سے بھی متزاد ہے۔ ان حالات میں ہزاروں قیدیوں کی انسانی ضروریات خوراک، لباس، طہارت اور پردے کا انتظام اور ان کے اسلامی انسانی حقوق کی پاسداری کیونکر ممکن ہو سکتی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ فقہاء سزائے قید کو شرعی تعزیر تسلیم کرنے کے باوجود اس کی عملی تطبیقات کے اسلامی تعلیمات کے منافی ہونے کی بنیاد پر اس سزا کی شرعی حیثیت اور اس کی تطبیقی کیفیات پر اپنے شدید تحفظات کا اظہار کرتے رہے ہیں۔ تاہم فقہاء کرام کے تحفظات اور ان کے اختلافی مباحث کا نقطۂ اعتراض اور پیرایۂ اظہار عموماً ایک دوسرے سے مختلف رہا ہے جو آئندہ صفحات میں ان کے دلائل کے تجزیہ کے ساتھ ہم مطالعہ کریں گے۔

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

فقہاء اسلام کے سزائے قید کی عملی تطبیقات پر تحفّظات اور اختلافی مباحث:

اسلام کی فقہی تاریخ میں قاضی ابو یوسفؒ، یعقوب بن ابراہیم (113-182ھ/ 731-798ء) پہلے نامور فقیہ تھے جنہوں نے حضرات خلفاء راشدین رضوان اللہ علیہم کے مبارک ادوار کے بعد سزائے قید کی عملی تطبیقات میں در آنے والی خرابیوں کی واضح الفاظ میں نشاندہی کرتے ہوئے اسے ہدفِ تنقید بنایا تھا۔ وہ عباسی خلیفہ ہارون الرشید (عہد: 170-193ھ) کے دور میں مقرر ہونے والے تاریخ اسلام کے پہلے قاضی القضاۃ تھے۔(22) اسی خلیفہ کے حکم پر اسلامی ریاست کے مالیاتی امور کو اسلامی تعلیمات کے مطابق بنانے کے لیے انہوں نے دستوری اہمیت کی حامل اپنی شہرۂ آفاق تصنیف کتاب الخراج تحریر کی تھی۔ اس میں دیگر اہم امور کے علاوہ انہوں نے اس دور کی جیلوں میں اذیتناک قید بھگتنے والے قیدیوں کے معاملات اور ان کی قید کی عملی صورت حال کا تذکرہ کرتے ہوئے خلیفۂ وقت کو اسلام کے نظام عدل وانصاف اور انسانی شرف و کرامت کے تقاضوں کے عکاس متعدد اصلاحی اقدام کرنے کی تجاویز بڑی جرأت سے پیش کیں۔ انہوں نے خلیفہ کو مخاطب کرتے ہوئے لکھا کہ:

> اِنَّ هذا عظيمٌ أنْ يكونَ قومٌ مِن المسلمينَ قد أذنبوا وَ أخطأوا وقضَى اللّٰهُ عليهم ما هم فيه فحُبِسُوا يُخرجونَ في السلاسلِ يتصدقونَ، فكيفَ ينبغي أنْ يُفعَلَ هذا بأهلِ الإسلامِ؟ وإنّما صاروا اِلى الخروجِ في السلاسلِ يتصدقونَ لماهم فيه مِن جهد الجوعِ فربّما أصابوا ماياًكلونَ و ربّما لم يصيبوا. (23)

> یہ بہت بڑا ظلم ہے کہ مسلمانوں میں سے کوئی گروہ گناہ اور خطاء کا ارتکاب کر بیٹھے اور اللہ تعالیٰ نے ان کے خلاف (ان کی قسمت میں) کوئی فیصلہ فرما دیا ہو جس کے باعث وہ اُس کی گرفت میں آ گئے اور قید کر دیئے گئے ہوں، انہیں زنجیروں میں جکڑ کر قید خانوں سے باہر نکالا جاتا ہے اور لوگ ان پر صدقہ کرتے ہیں (تاکہ انہیں کھانے کو کچھ مل جائے)۔ میرا نہیں خیال کہ اہلِ شرک بھی اپنے ہاتھ آنے والے مسلمان قیدیوں کے ساتھ اتنا ظالمانہ برتاؤ کرتے ہوں۔ پھر اہلِ اسلام کے ساتھ خود مسلمان حکمرانوں کا یہ ذلّت آمیز سلوک کیونکر جائز ہو سکتا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ انہیں زنجیروں میں باہر نکلنے پر مجبور کیا جاتا ہے کیونکہ وہ شدید بھوک سے بلبلا رہے ہوتے ہیں۔ اس کے نتیجہ میں کبھی وہ کچھ پا کر کھا لیتے ہیں اور کبھی وہ کچھ حاصل نہیں کر پاتے۔

قاضی ابو یوسفؒ نے دوسری صدی ہجری میں قیدیوں کو خوراک کی فراہمی سے ریاست کی مجرمانہ

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

غفلت اور ان کی تعذیب و تذلیل کی روایت کو اسلام کے منافی اور اُن کے ساتھ ریاست کے برتاؤ کو اہلِ شرک کے اپنے مسلمان قیدیوں کے ساتھ سلوک سے بھی بدتر قرار دیا تھا۔اس انداز کی سزائے قید کی،ان کی نظر میں،اسلام میں کوئی گنجائش نہیں۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر سزائے قید میں تعذیب و تذلیل کا عنصر شامل ہو جائے تو یہ خلافِ اسلام قرار پاتی ہے۔

انہوں نے بھوک و بیماری اور کوڑوں کی حد سے بڑھی ہوئی سزاؤں کے نتیجہ میں جیل کے اندر ہلاک ہو جانے والے قیدیوں کی لاشوں کی بے حرمتی سے خلیفہ ہارون الرشید کو آگاہ کرتے ہوئے یہ چونکا دینے والی صورت حال بیان کی ہے:

فإنّهُ بلغَني و أخبرَني بهِ الثقاتُ أنّهُ ربّما ماتَ منهم الميتُ فيمكثُ في السجنِ اليوم و اليومين حتّى يُستأمَر الوالي في دفنه وحتّى يجمعَ أهلُ السجنِ من عندهم ما يتصدقون و يكترون من يحملهُ الَى المقابر فيُدفَنُ بلا غسل ولا كفنٍ ولا صلٰوةٍ عليه فما أعظم هذا في الإسلام و أهلِهِ...... فإنّهُ بلغَني يضربون الرجلَ...... في التهمة و في الجناية...... الثلاثمائة والمائتين وأكثر و أقل، وهذا مما لايحلُ ولايسع.(24)

بلاشبہ مجھ تک یہ اطلاعت پہنچی ہیں اور مجھے باوثوق شخصیات نے بھی آگاہ کیا ہے کہ یقیناً جب کوئی اجنبی(لاوارث)قیدی جیل میں ہلاک ہو جاتا ہے تو اس کی لاش دن بھر اور کبھی دو دن تک جیل ہی میں بے گور و کفن پڑی رہتی ہے،حتیٰ کہ اسے دفن کرنے کے معاملہ میں حاکم سے اجازت طلب کرنا پڑتی ہے۔(اس کے باوجود میّت کی تجہیز و تکفین کے لیے بیت المال سے رقم جاری نہیں کی جاتی)حتیٰ کہ قیدیوں کو اپنے پاس سے صدقہ(چندہ)جمع کرنا پڑتا ہے اور معاوضہ پر ایسے افراد کی خدمات حاصل کرنا پڑتی ہیں جو اُس میت کو اٹھا کر قبرستان لے جائیں۔چنانچہ ایسے قیدی کو بلا غسل و کفن اور اس کی نمازِ جنازہ پڑھے بغیر ہی دفن کر دیا جاتا ہے۔اسلام اور اہلِ اسلام کے معاملہ میں یہ کتنا بڑا ظلم ہے۔۔۔مجھے یہ بھی اطلاعات ملی ہیں کہ جیلوں کا عملہ قیدیوں کو محض الزام یا کسی جرم کی وجہ سے تین سو اور کبھی دو سو اور کبھی اس سے بھی زیادہ یا کچھ کم تعداد میں کوڑے مارتا ہے۔یہ اسلام میں ہرگز حلال(جائز)نہیں اور نہ ہی اس کی اسلام میں کوئی گنجائش ہے۔

وہ سزائے قید کی ظالمانہ تطبیقات اور قیدیوں کے اسلامی و انسانی حقوق کی پامالی کی سنگین صورتِ حال پر

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

خلیفۂ وقت کو خبردار کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

> والأ سیرُ مِنْ أسرَی المشرکینَ لَابُدَّ أنْ یُطْعَمَ وَ یُحْسَنَ اِلیهِ حتّٰی یُحْکَمَ فیهِ، فَکیفَ بِرجلٍ مسلمٍ قَد أخطأ أو أذنَبَ یُترکُ یَمُوتُ جُوعًا.(25)
>
> مشرکوں کے قیدیوں میں سے کسی قیدی (کے بارے میں بھی اسلام کا حکم یہ ہے کہ اُس) کو لازمی طور پر کھانا دیا جائے اور اُس کے ساتھ حُسن سلوک کیا جائے یہاں تک کہ اُس کے معاملہ میں حتمی فیصلہ دے دیا جائے۔ پھر وہ مسلمان شخص جس نے خطا کی ہو یا کسی گناہ کا ارتکاب کیا، اُسے کیسے بھوکا مرنے کے لئے چھوڑ دیا جائے۔

قاضی ابو یوسف نے سزائے قید کی تطبیقات کو اسلام کی اعلیٰ وارفع تعلیمات کے مطابق بنانے کے لیے خلیفہ ہارون الرشید کو اس دور کی جیلوں کے اندر قیدیوں پر ڈھائے جانے والے مظالم سے واشگاف الفاظ میں آگاہ کیا۔ ان کے نزدیک جب کسی شخص کو کسی الزام یا جرم کی پاداش میں قید کر دیا جائے تو اس کی خوراک، لباس اور علاج معالجے کے علاوہ موت کی صورت میں اس کی فوری طور پر تجہیز و تکفین کے جملہ مصارف و انتظام اسلامی ریاست کی بنیادی ذمہ داری ہوتی ہے۔ انہوں نے اپنے دور کے اس عباسی خلیفہ کو اور اس کے ذریعہ ہر آنے والے دور کے مسلم حکمرانوں کو حضرت علی المرتضیٰ کرّم اللہ وجہہٗ کا قیدیوں کے بارے میں ریاست کی ذمہ داری کے حوالے سے یہ اصولی ارشاد یاد دلایا ہے جو انہوں نے تاریخ اسلام کی پہلی باقاعدہ جیل قائم کرنے کے موقع پر فرمایا تھا۔ یُحبَسُ عنهم شرُّهٗ، و یُنفَقُ علیه مِن بیتِ مالِهِمْ(26) یعنی جب کسی شر پسند کو قید کر کے افرادِ معاشرہ سے اس کا شرّ دور کیا جائے گا تو اس تحفظ کی فراہمی کے بدلے میں ان کے بیت المال سے اس پر خرچ بھی کیا جائے گا۔

جب کوئی ریاست جیلوں میں قید افراد کے معاملات کا تسلسل کے ساتھ جائزہ لینے اور ان کے اسلامی و انسانی حقوق کی پاسداری یقینی بنانے کا مربوط انتظام نہیں کرتی تو قیدیوں میں معاشرے سے انتقام لینے کے منفی جذبات بھڑک اٹھتے ہیں۔ اس کے نتیجے میں جیلوں کے اندر ہنگامے ہوتے ہیں، کبھی قیدی جیلیں توڑ کر فرار ہو جاتے ہیں اور اکثر اپنی سزائے قید پوری کر کے رہا ہونے کے بعد پہلے سے بھی زیادہ خطرناک جرائم کا ارتکاب کر کے معاشرے کا امن وسکون برباد کر دیتے ہیں۔ قاضی ابو یوسفؒ نے جیلوں میں قیدیوں کی تعداد میں گنجائش سے کئی گنا اضافہ ہو جانے کی دو بنیادی وجوہ کی بھی نشاندہی کی ہے جن کی موجودگی کے باعث انہوں نے اس سزائے قید کو ناجائز قرار دیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

ولو اَمَرْتَ بإقامةِ الحدودِ لَقَلَّ أهلُ الحَبْسِ وَ لَخَافَ الفُسَّاقُ و أهلُ الدعارة وَ لَتَنَاهُوْا عَمَّا هُمْ عَلَيهِ ، و اِنّما يكثُرُ أهلُ الحَبْسِ لِقِلَّةِ النظرِ فی أمرِهم...... وهذا مما لا يُحِلُّ وَلا يَسَعُ.(27)

(اے امیر المؤمنین!) اگر آپ حدود کے قیام کا حکم دیں تو یقیناً قیدیوں کی تعداد کم ہو جائے اور فاسق واوباش عناصر خوف زدہ ہو جائیں اور جرائم کا راستہ چھوڑ دیں۔ نیز جیلوں میں قیدیوں کی کثرت کی ایک اہم وجہ اُن کے معاملات کا جائزہ لینے کی کمی بھی ہے۔(یعنی جس الزام کی بناء پر کسی کو قید کیا جاتا ہے،اس کی تفتیش نہیں کی جاتی،ان میں بے گناہ بھی ہوتے ہیں اور مجرم بھی۔الزام غلط ثابت ہو تو ملزم کو فوراً رہا کرنا چاہیے،اگر تفتیش کے دوران جرم ثابت ہو جائے تو مجرم کو قاضی کی عدالت سے شرعی سزا دلانا چاہیے۔تاہم بغیر مقدمہ چلائے ملزموں کو جیلوں میں ٹھونستے چلے جانا)،اسلام میں حلال (شرعاً جائز) نہیں اور نہ اس کی اسلام میں کوئی گنجائش ہے۔

قاضی ابو یوسفؒ پہلے مجتہد فقیہ تھے جنہوں نے سزائے قید کی اسلام میں مشروعیت کے باوجود اس کی عملی تطبیقات میں ظلم کی عملداری کی واشگاف الفاظ میں نشاندہی کرتے ہوئے کہا کہ ایسی سزائے قید اسلام میں جائز وحلال نہیں اور نہ ہی اس کی اس دین میں کوئی گنجائش ہے۔

جبکہ پانچویں صدی ہجری کے نامور شافعی فقیہ اور قاضی القضاۃ ابوالحسن الماوردیؒ (م450ھ) نے جیلوں میں طویل سزائے قید کو احکامِ شریعت کی منشاء کے مطابق کم سے کم مدت تک محدود کرنے پر زور دیا ہے۔وہ لکھتے ہیں:

اَلْحَبْسُ الّذی يُحْبَسُونَ فيه علٰی حسبِ ذُنوبِهم وبِحسبِ هَفواتِهم، فَمِنْهُم مَنْ يُحْبَسُ يوماً وَ مِنْهُمْ مَن يُحبَسُ أكثرَ مِنْهُ اِلٰی غايةٍ مقدّرَةٍ وَقَالَ أبو عبد الله الزبيری مِنْ أصحابِ الشافعی تُقَدّرُ غايتُهُ بشهرٍ للإستبراءِ والكشف وبستّةِ أشهُرٍ لِلتأديبِ والتقويمِ...... فالظاهرُ مِن مذهبِ الشافعی تُقَدّرُ مادونَ الحولِ ولو بيومٍ واحدٍ لِئَلاَّ يصيرَ مساوياً لتعزيرِ الحَوْلِ فی الزنا.(28)

وہ جیل جس میں اُنہیں (تعزیری جرائم کے مرتکب افراد کو) قید کیا جائے گا وہ (قید) اُن کے گناہوں اور لغزشوں کے حساب سے ہوگی۔اُن مجرموں میں سے بعض کو ایک دن کے لئے قید کیا جائے گا اور اُن میں سے کچھ کو اس سے زیادہ ایک مقررہ حد تک قید کیا جائے گا۔امام شافعیؒ

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

کے تلامذہ میں سے اُبوعبداللہ زبیری نے کہا ہے کہ یہ مقررہ حد ایک ماہ ہے جو جرم کی تفتیش اور مقروض کے چھپائے ہوئے اموال کا سُراغ لگانے کے لئے ہے جبکہ تعزیری جرائم کی سزا اور مجرم کی اصلاح کے لئے سزائے قید کی زیادہ سے زیادہ مدت چھ ماہ ہے...... تاہم شافعی مکتب فقہ کی واضح وظاہر رائے (فتویٰ) یہ ہے کہ کسی انتہائی خطرناک تعزیری جرم کی زیادہ سے زیادہ سزائے قید ایک سال سے کم مقرر کی جاتی ہے خواہ یہ ایک سال سے صرف ایک دن کم ہو، تاکہ یہ سزائے قید زنا کے جرم میں دی جانے والی تعزیری سزا کے مساوی نہ ہو سکے۔

اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ قاضی الماوردیؒ بھی امام ابو یوسفؒ کی طرح سزائے قید کی شرعی حیثیت کو اصولی طور پر تسلیم کرنے کے باوجود اپنے دور میں جاری اس کی عملی تطبیقات میں در آنے والے ظلم کے پیش نظر اسے غیر اسلامی قرار دیتے ہیں۔ اُن کی عبارت سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ وہ حدود کے نفاذ سے حکمرانوں کے اغماض کو سزائے قید کے عام اور غیر محدود استعمال کی وجہ شمار کرتے ہوئے اِسے جیلوں میں قیدیوں کی کثرت کا بنیادی سبب قرار دیتے ہیں۔ اُن کے نزدیک شافعی مذہب کا موقف یہ ہے کہ کسی تعزیری جرم میں مکمل ایک سال کی مدت کے لیے سزائے قید نہیں دی جا سکتی۔ ایک سال یا اس سے زیادہ مدت کی سزائے قید شافعی مکتب فقہ میں ناجائز ہے۔

ساتویں صدی ہجری کے ممتاز ماہر اصول فقہ شہاب الدین القرافی المالکیؒ (م 684ھ) نے قواعد شرعیہ کے فن میں لکھی گئی اپنی معروف کتاب الفُروق میں درج ذیل آٹھ صورتوں (اقسام) کے سوا دی جانے والی سزائے قید کو غیر شرعی قرار دیا ہے:

المشروعُ مِنَ الحَبْسِ ثمانيةُ أقسامٍ

الأوّلُ　:　يُحْبَسُ الجَانيُّ لِغِيبَةِ المَجْنَى عَليه حِفْظاً لِمَحَلِّ القِصَاصِ.

الثانی　:　حَبْسُ الآبِقِ سَنَةً حِفْظاً لِلماليةِ رِجَاءً أنْ يُعْرَفَ رَبُّهُ.

الثالث　:　يُحْبَسُ المُمْتَنِعُ عَن دفعِ الحقِّ إلجاءً اليهِ.

الرابع　:　يُحْبَسُ مَنْ أشكَلَ أمرُهُ فی العُسْرِ و اليُسْرِ اختباراً لِحالِهِ، فإذا ظَهَرَ حَكَمَ بمُوجبِهِ عُسْراً أوْيُسْراً

الخامِسُ　:　اَلْحَبْسُ لِلجانِی تَعْزِيراً وَ رَدْعاً عَن مَعَاصِی اللّٰهِ تعالٰی.

السَّادسُ　:　يُحْبَسُ مَنِ امْتَنَعَ مِنَ التَّصرُّفِ الواجبِ الّذی لَاتَدْخُلُهُ النِيَابَةُ

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

کَحَبْسِ مَنْ اَسْلَمَ عَلَی أُختینِ أو عَشْرَ نِسْوَۃٍ أو امْرأۃٍ و ابْنَتِھَا وَامْتَنَعَ مِنَ التَّعیینِ.

السَّابعُ : مَنْ أقرَّ بِمَجْھُولِ عَیْنٍ أو فی الذِّمَّۃِ وامْتَنَعَ مِن تعیینِہٖ فَیُحْبَسُ حتّٰی یُعَیِّنَھَا فَیَقُوْلُ العینُ ھُوَ ھذا الثوبُ أو ھذہِ الدابۃُ و نحوُھُمَا أو الشیءُ الَّذی أقْرَرْتُ بِہٖ ھُوَ دِیْنَارٌ فِی ذِمَّتِی.

الثَّامِنُ : یُحْبَسُ المُمْتَنِعُ فِی حقِّ اللّٰہِ تعالٰی الّذی لَا تَدخُلُہُ النیابۃُ عند الشَّافعیۃِ کالصَّوْمِ و عندنا یُقْتَلُ کالصَّلاۃِ. وما عَدَی ھذہِ الثمانیۃِ لَا یَجُوْزُ الْحَبْسُ فیہِ.(29)

ترتیب وار ترجمہ:

شریعت میں جائز سزائے قید کی آٹھ اقسام ہیں:

1- مجرم معلوم ہو مگر مقتول یا مجروح معلوم نہ ہو تو قصاص کے محل کی حفاظت کے لیے اسے قید کیا جائے گا۔ (ہمارے نزدیک اس کی صورت یہ ہو سکتی ہے کہ مجرم قتل یا زخمی کرنے والے آلہ یعنی خون آلود ہتھیار کے ساتھ یا خون آلود کپڑوں میں پکڑا گیا ہو لیکن یہ معلوم نہ ہو پائے کہ اُس نے کس کو قتل یا زخمی کیا ہے۔اس صورت میں مقتول یا مجروح شخص کی تلاش تک ممکنہ قاتل کے فرار کو روکنے کے لئے اُسے قید کیا جائے گا تا کہ اُس سے قصاص لیا جا سکے۔)

2- بھگوڑے غلام کو ایک سال کے لیے قید کیا جائے گا تا کہ اس کی مالیت کی اس امید کے ساتھ حفاظت کی جا سکے کہ اُس کا مالک مل جائے گا۔

(دنیا بھر سے اَب غلامی کا خاتمہ کیا جا چکا ہے۔اس لئے سزائے قید کے جواز کی یہ صورت اَب باقی نہیں رہی۔البتہ اگر کوئی مزدور یا ٹھیکیدار کام کا پیشگی معاوضہ لے کر فرار ہو جائے اور پھر پکڑا جائے تو اسے رقم کی واپسی یا طے شدہ کام مکمل کرنے تک قید کیا جا سکتا ہے۔کیونکہ واجب الأ داء حقوق کی ادائیگی پر مجبور کرنے کے لئے علامہ قرافی سمیت سب فقہاء نے سزائے قید کو جائز قرار دیا ہے۔)

3- حق (مالی واجبات مثلاً قرض وغیرہ) کی ادائیگی سے انکار کرنے والے کو ادائیگی پر مجبور کرنے کے لئے قید کیا جائے گا۔

4- جس (مقروض) شخص نے اپنی تنگدستی اور خوشحالی کے معاملہ کو مشکوک بنا دیا ہو، اُس کی مالی حالت کی

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

جانچ پڑتال کے لئے اُسے قید کیا جائے گا۔ جب اُس کی حالت واضح ہو جائے تو (قاضی) اُس کے مطابق اُس کی مفلسی یا خوشحالی کا فیصلہ کرے گا۔ (اگر وہ مفلس و نادار ثابت ہو گیا تو اسے رہا کر دیا جائے گا، اگر اس کے اموال کا سراغ مل گیا تو ان سے قرض ادا کر کے اُسے رہا کر دیا جائے گا۔)

5- اللہ تعالیٰ کی نافرمانی (گناہوں) سے روکنے اور اُن جرائم کی پاداش میں تعزیر کے طور پر مجرم کو قید کرنا شرعاً جائز ہے۔

6- اُس شخص کو قید کیا جائے گا جس نے ایسے واجب تصرُّف سے انکار کر دیا ہو جسے اُس کے سوا کوئی اُس کی نیابت کرتے ہوئے سرانجام نہیں دے سکتا۔ مثلاً اگر کسی نے اِس حالت میں اسلام قبول کیا جب وہ دو سگی بہنوں کے ساتھ بیاہا ہوا تھا یا دس عورتوں سے یا ایک عورت اور اُس کی بیٹی سے، اور وہ اُن میں سے کسی ایک یا دس میں سے چار عورتوں یا اُس عورت اور اُس کی بیٹی میں سے کسی ایک کو اپنے نکاح میں باقی رکھنے کی تعیین سے انکار سے کر دے تو اُسے اُس وقت تک قید کیا جائے گا جب تک وہ یہ لازمی تعیین نہ کر دے۔

7- جس شخص نے کسی غیر متعین ادائیگی کا اقرار کیا خواہ وہ مادی شے ہو یا کوئی اور ذمہ داری اور وہ اس کی تعیین یعنی واضح نشاندہی سے انکار کر دے تو اُسے اقرار کی گئی شے کی تعیین تک قید کیا جائے گا۔ وہ قید میں ہی رہے گا حتیٰ کہ وہ اس کی تعیین کرتے ہوئے یہ کہہ دے کہ وہ یہ کپڑا ہے یا یہ جانور ہے یا ان جیسی کوئی اور شئے متعین کر دے۔ یا وہ یہ کہہ دے کہ جس شے کی ادائیگی کا میں نے اقرار کیا تھا، وہ میرے ذمہ ایک عدد دینار ہے۔ جب تک وہ اپنے اقرار کی وضاحت اور اس کے مطابق حق دار کو ادائیگی نہ کر دے، اسے قید میں رکھا جائے گا۔

8- اُس شخص کو قید کیا جائے گا جو اللہ تعالیٰ کے ایسے حق کی ادائیگی سے انکار کرنے والا ہو جس میں کوئی دوسرا اُس کی نیابت نہیں کر سکتا۔ اس کی مثال شافعی فقہاء کے نزدیک رمضان کے روزے ہیں۔ ہمارے (مالکی فقہاء کے) نزدیک نماز کی فرضیت و ادائیگی سے انکار کرنے والے کو قتل کیا جائے گا (قید نہیں کیا جائے گا)۔

ان آٹھ اقسام (صورتوں) کے سوا کسی صورت میں کسی شخص کو قید کرنا شریعت میں جائز نہیں۔

مالکی فقیہ علامہ قرافی علیہ الرحمہ نے سزائے قید کی غیر شرعی تطبیقات کی روک تھام کے لئے اِسے اِن آٹھ اقسام تک محدود کرنے کی کوشش کی ہے۔ اُن کی رائے میں اِن کے سوا کسی صورت میں دی جانے والی

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

سزائے قید اسلام میں جائز نہیں۔

اُن کی یہ رائے اس لئے محلِ نظر ہے کہ تعزیری جرائم ہر دور میں نئے سے نئے انداز میں وقوع پذیر ہوتے رہتے ہیں۔ جب تعزیری جرائم کی تعداد اور انواع کو محدود کرنا عملاً ممکن نہیں تو ان کی پاداش میں دی جانے والی سزائے قید کو محض اس بناء پر کیونکر غیر شرعی قرار دیا جاسکتا ہے کہ وہ ان آٹھ اقسام کے دائرہ میں نہیں آتی۔

یوں معلوم ہوتا ہے کہ علامہ قرافیؒ نے سزائے قید کی اقسام کی تحدید کے ذریعے دراصل حکمرانوں کے اختیارِ سزائے قید کو محدود کرنے کی کوشش کی ہے جو مختلف حیلوں بہانوں سے لوگوں کو اس انتہائی اذیت ناک اور طویل قید سے دوچار کردیتے تھے جس کی نشاندہی قاضی ابو یوسفؒ نے کتاب الخراج میں واشگاف الفاظ میں کی اور اسے غیر اسلامی قرار دیا تھا۔

فقہاء اسلام علیہم الرحمہ کو سزائے قید کی عملی تطبیقات میں ظلم کی کارفرمائی کی وجہ سے اس کی تعزیری حیثیت پر ہمیشہ تحفظات رہے ہیں مگر ان کے اظہار کے لیے ہر ایک کا اندازِ بیان اور نقطۂ توجہ مختلف رہا ہے۔ آٹھویں صدی ہجری کے ممتاز حنبلی فقیہ علاّمہ ابن قیم الجوزیہؒ (691-751ھ) نے اپنی معروف کتاب **الطُرُق الحُكمية فى السياسة الشرعية** میں اپنے شیخ احمد بن عبدالحلیم بن تیمیہ (661ھ-728ھ) کی یہ رائے نقل کی ہے:

> فَإِنَّ الحَبْسَ الشرعيَّ ليسَ هُوَ الحَبْسُ فى مكانٍ ضَيِّقٍ و إنّما هُوَ تعويقُ الشخصِ و منعُهُ مِنَ التَّصرُّفِ بنفسِهِ سواءٌ كانَ فى بيتٍ أو مسجدٍ أوْ كَانَ بتوكيلِ الخَصْمِ أوْ وكيلِهِ عليه وملازمتِهِ لَهُ...... وهذا كانَ الحبسُ عَلَى عهد النَّبيِّ ﷺ و أبى بكر الصديق رضى اللّٰه عنهُ. وَلَمْ يكنْ لَهُ مَحْبَسٌ مُعَدٌّ لِحَبْسِ الخُصُومِ. (30)
>
> بلا شبہ شرعی سزائے قید یہ نہیں کہ (کسی کو) تنگ جگہ میں قید رکھا جائے۔ یہ تو کسی شخص کو پابند کرنا ہے اور اسے آزادانہ نقل وحرکت کرنے سے روکنا ہے، خواہ وہ کسی گھر میں قید کر کے پابند کیا جائے یا مسجد میں یا اُسے مخالف فریق کی کڑی نگرانی میں دیا جائے یا اس کے ضامن کی تحویل اور اُس کے سخت پہرہ میں دیا جائے۔ نبی کریم ﷺ اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے مبارک ادوار میں سزائے قید اسی طرح سے دی جاتی تھی اور اُن کے عہد مسعود میں کسی فریق مقدمہ کو قید کرنے کے لیے کوئی قید خانہ تیار (تعمیر) نہیں کیا گیا تھا۔

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

علامہ ابن تیمیہؒ کی اس منقولہ رائے سے واضح ہوتا ہے کہ وہ باقاعدہ جیلیں تعمیر کرنے کو ہی عہد نبوی و عہد صدیقی کی روایت کے خلاف قرار دیتے ہیں۔ اُن کی رائے میں سزائے قید کی عملی تطبیقات اُسی صورت میں شرعی قرار دی جاسکتی ہیں جب وہ سنّتِ نبوی کے عین مطابق ہوں۔ اس سے بظاہر یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ جیلوں کی تعمیر ہی کو فساد کی جڑ تصور کرتے ہیں جن کے معرض وجود میں آنے کی وجہ سے ان میں لوگوں کو اذیت ناک قید سے دوچار کرنا حکمرانوں کا معمول بن چکا تھا اور قاضی ابو یوسفؒ سے خود ان کے دور تک کے فقہاء کی جانب سے علمی راہنمائی کے باوجود جیلوں میں سزائے قید کی تطبیقات میں کوئی بہتری نہیں آئی تھی۔ علامہ ابن تیمیہؒ کی جانب سے سزائے قید کی اطلاقی اشکال کو عہد نبوی تک محدود کرنے اور جرائم پیشہ عناصر کے ضرر سے معاشرے کو بچانے کے شرعی مقصد کے تحت اسلام میں جیلوں کی تعمیر کو غیر اسلامی قرار دینے سے خود ان کے شاگرد رشید علامہ ابن القیمؒ کو بھی اتفاق نہیں۔ اسی لئے انہوں نے اپنے شیخ کی مذکورہ رائے نقل کرنے کے بعد اس کی وضاحت کی ضرورت محسوس کی۔ وہ لکھتے ہیں:

> وَلَكِنْ لَمَّا انتشرتِ الرعيةُ فی زمنِ عمرَ بنِ الخطّابِ اِبتاعَ بمكّةَ داراً و جَعَلَها سِجْناً يَحْبِسُ فِيْهَا. (31)
>
> لیکن جب عہد عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ) میں رعایا پھیل گئی تو انہوں نے مکہ میں ایک بڑا گھر خریدا اور اسے جیل بنا دیا جس میں وہ (مجرموں کو) قید کیا کرتے تھے۔
>
> وہ مزید لکھتے ہیں کہ
>
> لِهذا تنازَعَ العلماءُ مِنْ أصحابِ اَحمدَ وَغيرُهِمْ هَلْ يَتَّخِذُ الإمامُ حَبْسًا عَلٰى قولَينِ فَمَن قَالَ لَا يَتَّخِذُ حَبْسًا قَالَ لَمْ يَكُنْ لِرسولِ اللّٰهِ ﷺ ولا لخليفتِهِ بعدَهٗ حَبْسٌ. (32)
>
> اسی وجہ سے امام احمد (بن حنبلؒ) کے اصحاب میں سے (حنبلی) علماء اور اُن کے علاوہ دیگر علماء نے اس نکتہ پر باہم اختلاف کیا ہے کہ کیا امام (حکمران) کو جیل بنانی چاہیے۔ اس میں دو نقطہ ہائے نظر ہیں۔ جس نے یہ کہا ہے کہ جیل نہیں بنانی چاہیے، اس نے یہ دلیل دی ہے کہ نہ نبی اکرم ﷺ اور نہ اُن کے بعد والے ان کے خلیفہؓ کی کوئی جیل تھی۔
>
> وَمَنْ قَالَ لَهٗ أنْ يَتَّخِذَ حَبْسًا قَالَ قَدِ اشْتَرٰی عمرُ بن الخطابِ مِنْ صفوانَ بنِ أمية داراً بأربعةِ آلافٍ و جَعَلَهَا حَبْسًا. (33)

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

اور جس نے یہ کہا ہے کہ اس کو جیل بنانی چاہیے، اُس نے یہ دلیل دی ہے کہ حضرت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے صفوان بن اُمیہ سے چار ہزار (دینار) سے گھر خریدا اور اُسے جیل بنا دیا تھا۔

اس اقتباس سے واضح ہوتا کہ علامہ ابن تیمیہ اور بعض دیگر علماء حنابلہ اسلام میں جیلوں کے قیام کو جائز نہیں سمجھتے۔ جب جیلیں ان کے نزدیک جائز نہیں تو سزائے قید کی وہ تطبیقی کیفیات اُن کی رائے میں کیسے جائز ہوسکتی ہیں جو عہد نبوی کے بعد انتہائی خطرناک مجرموں سے واسطہ پڑنے کی وجہ سے اختیار کی گئیں۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو اپنے دورِ خلافت میں بڑی کثرت سے ایسے چوروں سے سابقہ پڑا تھا جو دو دفعہ حد سرقہ جاری ہونے کے بعد بھی چوری کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہ دیتے تھے۔ انہوں نے ایسے سخت جان چوروں سے افراد معاشرہ کو محفوظ رکھنے کے لیے مناسب سمجھا کہ انہیں ان کی موت واقع ہونے تک قید رکھا جائے۔ ظاہر بات ہے کہ ایسی طویل قید کی تطبیق مسجد یا کسی گھر میں ممکن نہ تھی۔ اس صورت حال نے انہیں باقاعدہ اور مستقل جیل تعمیر کرنے کا اجتہادی فیصلہ کرنے پر مجبور کر دیا تھا جس کی کسی صحابی نے مخالفت نہ کی تھی۔

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ باقاعدہ جیلوں کی تعمیر کے جواز پر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کا اجماع ہے۔ اُن کے اجماع کے مقابلے میں کسی ایک فقیہ یا اُس کے ہم خیال مزید کچھ فقہاء کی رائے شریعت میں معتبر قرار نہیں پاتی۔ یہ اصول خود علامہ ابن القیمؒ نے اسی کتاب الطُرُق الحُکمیة میں جرمانے کے عدم جواز پر فقہاء احناف کی آراء کو مسترد کرتے ہوئے بیان کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

فَقَوْلُ عمرَ و عليٍّ و الصحابةِ و مالكٍ و أحمدَ أولى بالصواب بَلْ هُوَ إجماعُ الصحابةِ(34)

جبکہ قولِ عمر و علی و صحابہ (رضی اللہ عنہم) اور مالک و احمد ہی زیادہ صحیح ہے بلکہ وہ صحابہ کا اجماع ہے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جیلوں کے قیام کو ہدفِ تنقید بنانا مناسب نہیں کیونکہ یہ بھی اجماعِ صحابہ رضوان اللہ علیہم سے ثابت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ امام ابو یوسفؒ نے جیلوں کے قیام کو ہدفِ ملامت نہیں بنایا بلکہ ان میں قید افراد پر سزائے قید سے مستزاد عقوبتوں اور ذلت آمیز سلوک کو اسلامی تعلیمات سے متصادم قرار دیا تھا۔ جبکہ جیلوں کے قیام کی افادیت کے بارے میں فقہاء نے ان کا یہ موقف بیان کیا ہے:

قَالَ الإمامُ أبو يوسفؒ إنَّ مَنفعةَ السِّجنِ لِجماعةِ المُسلِمِينَ، لِأنَّهُ وُضِعَ لِاستيفاءِ حُقوقِهِمْ وَلِدفعِ الضَرَرِ عَنْهُمْ.(35)

اِمام ابو یوسف نے کہا ہے کہ جیل کی منفعت یقیناً مسلمانوں کی جماعت (معاشرے/

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

اُمّہ) کے لئے ہے، کیونکہ یہ اُن کے حقوق (غاصبوں سے) اُنہیں دلانے اور (جرائم پیشہ عناصر کے) ضرر کو اُن سے دور کرنے کے لئے وضع (شروع) کی گئی ہے۔

دسویں صدی ہجری کے معروف حنفی فقیہ ابن نُجیم مصریؒ (م 970ھ/1563ء) نے بعض فقہاء کے حوالے سے بتایا ہے کہ وہ تعزیری جرائم کے مرتکب افراد کے علاوہ زنا کار پر حد جاری کرنے کے بعد اُسے بطور تعزیر جلاوطن کرنے پر جیل میں قید کرنے کو ترجیح دیتے ہیں کیونکہ یہ سزا أسکَنُ لِلفِتنةِ مِن نفيِّهِ إلٰی أقلِيمٍ آخرَ، لأنَّهُ بِالنّفيِ يَعُودُ مُفسِداً كَمَا كَانَ (36) فتنہ کو فرو کرنے میں اُسے کسی دوسرے صوبہ میں جلاوطن کرنے کی نسبت زیادہ مؤثر و مفید ہے، اس لئے کہ جلاوطنی کی صورت میں وہ وہاں پر دوبارہ اخلاقی فساد برپا کرسکتا ہے جیسا کہ وہ پہلے کیا کرتا تھا۔

اگرچہ علامہ ابن قیمؒ کہتے ہیں کہ حنابلہ کے ساتھ دیگر مذاہب کے فقہاء کا اِس نکتہ پر اختلاف ہے کہ امام (حکمران) کو جیلیں بنانی چاہیں یا نہیں۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ خود حنابلہ میں بھی اس مسئلہ پر اختلاف پایا جاتا ہے۔ ممتاز حنبلی فقیہ علاء الدین مَرداویؒ (817ھ-885ھ) نے امام الحنابلہ حضرت امام اَحمد بن حنبلؒ (164-241ھ) اور بعض دیگر نامور حنبلی فقہاء کے ایسے اقوال پیش کیے ہیں جن سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ وہ جیلوں کے قیام کے قائل ہیں کیونکہ وہ ان میں بعض جرائم کی پاداش میں قید تا موت تجویز کرتے ہیں۔ ظاہر بات ہے کہ یہ انتہائی طویل قید مسجد یا گھر میں نہیں دی جاسکتی تھی۔ ایسی قید کے لئے جیلوں کی تعمیر ناگزیر معلوم ہوتی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

> مَنْ عُرِفَ بِأَذَى النَّاسِ وَ مَالِهِمْ، حتّٰی بِعينِهِ، وَلَمْ يَكُفَّ، حُبِسَ حَتّٰی يَمُوْتَ. وَقَالَ فِی الأحكامِ السُّلطانية: لِلوالِيّ فِعْلُهُ لا لِلقاضِي و نفقتُهُ مِنْ بَيْتِ الْمَالِ لِدفعِ ضَرَرِهِ، وَقالَ فِي الترغيبِ: لِلإمام حَبْسُ العَائِنِ. (37)

جو شخص لوگوں (کی جان وآبرو) اور اُن کے مال کو نقصان پہنچانے کی شہرت رکھتا ہو، خواہ اپنی بُری نظر سے ہی (یعنی نظر لگا کر)، اور وہ اس ایذاء سے نہ رُکتا ہو، اُسے اُس کی موت واقع ہونے تک قید کیا جائے گا۔ قاضی الماوردیؒ (م 450ھ) نے اپنی کتاب الأحكام السلطانية میں کہا ہے کہ ایسے شخص کو یہ سزا دینے کا اختیار والی (حاکم/امام) کو حاصل ہے، قاضی کو نہیں۔ اُس کی قید تا موت کے دوران اُس کا نفقہ بیت المال سے ادا کیا جائے گا تاکہ (اسے قید رکھ کر) اُس کے ضرر کو روکا جاسکے، اور الترغیب (والترہیب) میں حافظ عبدالعظیم بن عبدالقوی منذری

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

مصریؒ (581-656ھ) نے کہا ہے کہ امام کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ لوگوں کی جان ومال کو نظر لگانے والے کو قید کر دے۔

انہوں نے تعزیری جرائم میں 'حدود' سے مستزاد اور انتہائی سخت سزاؤں کی تطبیقات کے لئے سلطان کے خصوصی اختیار کے بارے میں حنابلہ کے اس اصول کا بھی ذکر کیا ہے:

لِلسلطانِ سُلُوکُ السیاسةِ ، وَھُوَ الحَزْمُ عندَنا،وَلَا تَقِفُ السیاسةُ عَلَی مَا نَطَقَ بِهِ الشرعُ. (38)

سلطان کے لئے سیاست (تدبیرِ مملکت) کے طریقے اختیار کرنا جائز ہے، یہی ہمارے (حنابلہ کے) نزدیک (راہِ) احتیاط ہے (کہ رموزِ مملکتِ خویش خسرواں دانند) اور سیاست صرف اُسی پر موقوف نہیں رہتی جو کچھ شریعت نے بیان کر دیا ہے۔

اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ سزائے قید کی شرعی حیثیت (جواز) کو تسلیم کرنے کے باوجود فقہاء کا اختلاف اس کی تعزیری تطبیقات کی وجہ سے ہے۔ یہ اختلاف حنابلہ کا صرف دیگر مکاتب فقہ کے فقہاء سے نہیں بلکہ خود اُن کے اپنے نامور فقہاء میں بھی پایا جاتا ہے۔ ان میں سے بعض سزائے قید کی اُن تطبیقات اور جیلوں کی تعمیر کو اِس بناء پر خلافِ اسلام قرار دیتے ہیں جو اُن کی رائے میں عہد نبوی کے طریقہ پر نہ ہوں۔ جبکہ بعض ممتاز حنبلی فقہاء سلطان کو شریعت سے ماوراء سزائیں دینے کی نہ صرف اجازت دیتے ہیں بلکہ اِسے حنابلہ کا اصول اور راہِ احتیاط قرار دیتے ہیں۔ اس لئے وہ کہتے ہیں: لِلـوالی فعلهُ، لَا لِلقاضِی کہ یہ والی/حاکم/سلطان کا اختیار ہوتا ہے کہ وہ ایسی کڑی سزائیں دے، قاضی کو شریعت سے ماوراء سزائیں دینے کا اختیار نہیں۔ یعنی سلطان کو اختیار حاصل ہے کہ وہ جس فعل کو چاہے جرم قرار دے اور اُس کی پاداش میں جو چاہے مجرم کو سزا دے، حنابلہ کے مذکورہ اصول کی رو سے وہ اپنے اِس اختیار کو شریعت کے تابع رکھنے کا پابند نہیں۔

فقہاء کرامؒ کی ایسی آراء ہی اُن کے مابین نزاع کا حقیقی سبب ہیں۔ امام ابو یوسف علیہ الرحمہ نے کتاب الخراج میں اپنے دور کے خلیفہ ہارون الرشید کو تعزیری سزاؤں کی تطبیقات کو احکام شریعت اور شرفِ آدمیت کے اسلامی تصور کے مطابق بنانے کے لئے سخت احکام جاری کرنے کے لئے کہا تھا۔ اس کے مطالعہ سے واضح ہوتا ہے کہ وہ شریعت سے ماوراء سزاؤں کا سلطان کو قطعاً کوئی اختیار نہیں دیتے بلکہ وہ جیلوں میں گنجائش سے کہیں زیادہ تعداد میں قیدیوں کی موجودگی اور اس وجہ سے پیدا ہونے والے لامتناہی مسائل کی وجہ ہی حدود کے نفاذ سے حکمرانوں کے اغماض کو قرار دیتے ہیں جیسا کہ ہم ابھی بیان کر چکے ہیں۔ متقدمین

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

احناف سے متأخرین احناف تک سب ہر دور میں اِس نقطۂ نظر کا اظہار کرتے آئے ہیں کہ کوئی تعزیری سزا اگر چہ بنیادی طور پر اسلام میں جائز ہو، جب اُس میں حکمرانوں کی بے اعتدالیوں کی وجہ سے ظلم اور شرعی حدود سے تجاوز کا عنصر شامل ہو جائے گا تو وہ اساسی طور پر جائز اسلامی تعزیر بھی ناجائز قرار پائے گی۔ عہد ملوکیت میں حکمرانوں کی طرف سے لوگوں پر مختلف جرمانے عائد کر کے اُن کے اموال ہتھیانے کی روش عام ہونے پر انہوں نے اُن کی طرف سے عائد کردہ جرمانوں کی تعزیری سزا کو بھی ناجائز قرار دے دیا تھا۔ علامہ ابن نُجَیمؒ نے جرمانے عائد کرنے کے لئے حکمران کے اختیار اور اُس کی طرف سے عائد کردہ جرمانوں کے جواز وعدم جواز پر مفصل بحث کرتے ہوئے آخر میں لکھا ہے:

والحاصلُ اَنَّ المذهبَ عدمُ الجوازِ بأخذِ المالِ لَا اَنْ يَأْخُذَهُ الحاكِمُ لنفسهِ أوْ بيتِ المالِ كما يتو همُهُ الظَلَمَةُ، إذ لَا يَجُوْزُ لِاحَدٍ من المسلمينَ اَخْذَ مالِ أحَدٍ بغيرِ سببٍ شرعيٍ.(39)

اس بحث کا حاصل یہ ہے کہ حنفی مذہب میں مال لے کر تعزیری سزا دینا جائز نہیں (معمولی نوعیت کے جرائم کے ارتکاب پر حکمرانوں کی طرف سے جرمانے کی سزا دینا وہ ظلم شمار کرتے ہیں) حکمران کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ اپنی ذات یا بیت المال (سرکاری خزانے کو بڑھانے کے لئے (جرمانوں کے نام پر) لوگوں کے مال ہتھیائے جیسا کہ ظالم حکمران (اسے اپنا حق اور اختیار) تصور کرتے ہیں جبکہ مسلمانوں میں سے کسی کے لئے بھی یہ جائز نہیں کہ وہ کسی دوسرے فرد کا مال کسی شرعی سبب (دیت، معاوضہ اور تاوان) کے بغیر ہتھیا لے۔

حکمرانوں کی جانب سے عام مسلمانوں اور سیاسی مخالفین کے اموال واسباب ہتھیانے کی صدیوں پرانی روش تیرہویں صدی ہجری کے ممتاز حنفی فقیہ ابن عابدین (م 1252ھ) کے دور میں بھی جاری تھی، اس لئے انہوں نے بھی حکمرانوں کی طرف سے عائد کردہ جرمانوں کو ناجائز قرار دیا کیونکہ یہ جرمانے سراسر ظلم کی بنیاد پر عائد کیے جاتے تھے، اُن کی رائے میں احکام شریعت سے ماوراء یہ جرمانے عائد کرنے کا اُنہیں کوئی اختیار نہ تھا۔ وہ لکھتے ہیں:

وَلَا يُفْتَى بهذا لِمَا فيهِ مِن تسليط الظَلَمَةِ على أخْذِ مالِ المسلمينَ فيأكلونَهُ ...... إذْ لَا يجوزُ لأحدٍ مِن المسلِمينَ أخذُ مالِ أحدٍ بغيرِ سببٍ شرعيٍ.(40)

جرمانوں کے جواز کا فتویٰ اِس لئے نہیں دیا جاتا کہ اس سے ظالم حکمرانوں کو لوگوں کے

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

مال ہتھیانے کے لئے (قانونی) بالادستی حاصل ہو جاتی ہے۔ چنانچہ وہ (ہر ناجائز طریقہ سے) اُن کے مال ہڑپ کرنے لگتے ہیں جبکہ کسی مسلمان کے لئے دوسرے فرد (مسلمان ہو یا غیر مسلم شہری) کا مال بغیر کسی شرعی سبب کے لینا حرام ہے۔

اِس سے واضح ہوتا ہے کہ امام ابو یوسف سے ابن عابدین تک سب حنفی فقہاء سلطان/حکمران کے شریعت سے ماوراء تعزیری سزا (سزائے قید ہو یا جرمانہ) دینے کے اختیار کو نہ صرف درست تسلیم نہیں کرتے بلکہ اس کی طرف سے دی گئی شریعت سے متجاوز سزاؤں کو ناجائز اور ظلم قرار دیتے ہیں۔ کسی بھی تعزیری سزا کے بارے میں اُن کا موقف ہے لَيْسَ في التعزير شيءٌ مقدّرٌ بَلْ هُوَ مُفَوَّضٌ إلَى رأيِ القاضي (41) کہ تعزیر میں کوئی شئے پہلے سے مقرر نہیں بلکہ یہ قاضی کی رائے (صوابدید) پر منحصر ہے تاکہ وہ ہر مجرم اور جرم کے حالات اور سطح کو پیش نظر رکھتے ہوئے تعزیری سزا کی نوعیت ومقدار کا تعین کرے۔

سزائے قید کی تعزیری حیثیت پر جن عوامل کے باعث ماضی کے فقہاء بحث کرتے رہے ہیں، انہی عوامل کے باعث یہ بحث آج بھی زندہ اور جاری ہے۔ عصرِ حاضر میں اسلامی تعزیری قوانین کے معروف ماہر ڈاکٹر عبدالقادر عودہؒ نے بھی سزائے قید کی تعزیری حیثیت پر اس کی تطبیقی کیفیات کی وجہ سے کئی اعتراضات اٹھائے ہیں۔

عودہ کی رائے میں سزائے قید شریعتِ اسلامیہ میں ثانوی درجے کی تعزیری سزا ہے جبکہ اساسی سزا کوڑے مارنا ہے جو جرائم حدود میں مقرر کی گئی ہے۔ کوڑوں کی سزا کے نفاذ کے فوراً بعد مجرم معمول کی زندگی شروع کرسکتا ہے اور اُس میں سستی اور کام کاج سے بیزاری پیدا نہیں ہوتی جو سزائے قید پانے والے مجرموں میں عام طور سے دیکھی گئی ہے۔ معمولی جرائم کے ارتکاب پر مجرم کو مختصر مدت کی سزائے قید دی جاتی ہے جبکہ قتل، زخمی کرنے، چوری یا دیگر سنگین جرائم کے عادی مجرموں کو غیر محدود مدت کی سزائے قید دی جاتی ہے۔ تاہم یہ سزا مختصر مدت کی ہو یا لمبی مدت کے لئے، مفاسد اور بُرے اثرات کے حوالے سے یہ دونوں برابر ہیں۔ اِس کی وجہ یہ ہے کہ اس سزا کے اثرات صرف مجرم تک محدود نہیں رہتے بلکہ اُس کے زیرِ کفالت افراد بھی اس سے شدید طور پر متاثر ہوتے ہیں۔ اِس سزا پر بہت زیادہ انحصار کرنے کی وجہ سے جیلوں میں قیدیوں کی تعداد اتنی زیادہ ہو چکی ہے کہ اُن میں مزید مجرموں کو ٹھہرانے کی گنجائش کم پڑ گئی ہے۔ حادثاتی مجرم اور خطرناک عادی مجرم سب ایک جگہ اکٹھا رہ کر اپنے مجرمانہ تجربات پر تبادلۂ خیالات کرتے اور نئے مجرموں کو جرائم کے طریقے سکھاتے رہتے ہیں۔ اس کے نتیجہ میں جیلیں جرائم سکھانے کے سکولوں میں بدل چکی ہیں۔ اِن قیدیوں میں بعض خطرناک متعدی امراض میں مبتلا ہوتے ہیں جن سے یہ بیماریاں دوسروں کو منتقل ہوتی رہتی ہیں۔ مختصر یہ کہ هُوَ نظامُ كثيرِ النفقة قليلُ الإنتاجِ يؤدّي المسجونينَ إلى البُلْهِ و الجنونِ

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

ويؤدى بعضِهم إلى الانتحارِ (42) ترجمہ: یہ نظام بہت زیادہ خرچے، بہت کم (مفید) نتائج والا ہے، یہ قیدیوں کو بے وقوف اور پاگل بنا دیتا ہے اور کچھ کو خودکشی کرنے پر مجبور کر دیتا ہے۔

اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ جدید دور کے اس فقیہ کو بھی سزائے قید پر بہت زیادہ انحصار کرنے اور جیلوں کے اندرونی ابتر حالات کی وجہ سے اُسی طرح تحفظات ہیں جس طرح قاضی ابو یوسف اور دیگر متقدمین فقہاء نے اس پر اپنے تحفظات کا اظہار کیا تھا۔ سزائے قید کی عملی تطبیقات ہر دور میں ایسے انداز میں کی گئی ہیں کہ ان کی وجہ سے کسی دور کے بھی فقہاء مطمئن دکھائی نہیں دیتے۔ کچھ فقہاء کے اختلاف کی بنیاد حکمرانوں کی جانب سے حدود کے نفاذ سے مجرمانہ اغماض برتنا اور سزائے قید کی خوفناک تطبیقات ہیں۔ ڈاکٹر عبدالقادر عودہ اِس سزا کے مجرم کے اہل خانہ پر بُرے اثرات کے علاوہ خود قیدیوں کی ذہنی وجسمانی صحت پر اس کے تباہ کن اثرات کی نشاندہی کرتے ہوئے اسے شریعت میں ثانوی درجے کی سزا قرار دیتے ہیں۔ اُن کی نظر میں اِس صورت حال کا حل کوڑوں کی اساسی سزا کی تطبیق میں پنہاں ہے۔ وہ سزائے قید کو مجرموں کی اصلاح اور انسداد جرائم میں غیر مؤثر قرار دیتے ہوئے کہتے ہیں:

> **ثَبَتَ مِنَ التجاربِ أنَّ عقوبةَ السِّجْنِ لا تردعُ مَنْ هُمْ فی حاجةٍ الی الردعِ، بینما تُفسِدُ الصالحینَ مِنَ المسجونینَ و تنزلُ بِهِم اِلٰی مستوی الفاسدینَ.** (43)
>
> تجربات سے ثابت ہو چکا ہے کہ جیل کی سزا انہیں بھی جرائم سے نہیں روکتی جو جرائم سے بچنے کی ضرورت محسوس کرتے ہیں۔ جبکہ یہ سزا قیدیوں میں سے اچھے اچھوں کو بھی برباد کر دیتی ہے اور انہیں فاسد لوگوں کے درجہ تک گرا دیتی ہے۔

التعزیر فی الشریعة الإسلامیة کے مصنف ڈاکٹر عبدالعزیز عامر کو فقہاء کرامؒ کے اِس نقطہ نظر سے اختلاف ہے کہ سنگین نوعیت کے جرم کی پاداش میں مجرم کو اُس کی توبہ واصلاح ہونے تک غیر محدود مدت کے لیے جیل میں قید رکھا جائے۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ جیلوں کا نظام ایسا ہے کہ بہت چھوٹے درجے کے ملازموں کو قیدیوں کی نگرانی پر مامور کیا جاتا ہے جن میں یہ اہلیت نہیں ہوتی کہ وہ سینکڑوں قیدیوں میں سے ہر ایک کے رویوں کا باریک بینی سے جائزہ لے کر یہ مشکل فیصلہ کر سکیں کہ کون اپنی اصلاح کر چکا ہے تاکہ اُسے رہا کر دیا جائے اور کون ابھی تک جرائم سے تائب نہیں ہوا۔ عدم اہلیت کے باعث وہ عموماً غلط فیصلہ کرتے ہیں۔ اس کے نتیجے میں کبھی مجرم قبل از وقت رہا ہو جاتے ہیں اور کبھی توبہ واصلاح کے باوجود برسوں جیلوں میں پڑے رہتے ہیں **فتَذْهَبُ مِنْ هذا النظامِ حسناتُهُ و تَبْقَى لَهُ السيئاتُ** (44) ترجمہ: اس صورت حال کے نتیجہ

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

میں نظام جیل خانہ جات کی خوبیاں جاتی رہتی ہیں اور اس کی برائیاں باقی رہ جاتی ہیں۔ اس پس منظر میں ڈاکٹر عامر یہ تجویز کرتے ہیں: أنْ تكونَ ذلك لِهيئةٍ خاصةٍ تؤلف مِن عناصرَ إداريةٍ و فنّيةٍ و قضائيةٍ (45) ترجمہ: مجرم کی اصلاح اور اس بناء پر اُس کی رہائی کا فیصلہ کرنے کا اختیار ایک خاص کمیٹی کو ہونا چاہیے جو انتظامیہ، فنی ماہرین (مثلاً ماہرینِ نفسیات) اور عدلیہ کے ارکان پر مشتمل ہو۔ وہ کہتے ہیں کہ ان ماہرین کو بھی قیدیوں کی اصلاح ہو جانے اور اس بنیاد پر اُن کی رہائی کا فیصلہ چونکہ اپنے تجربہ و مہارت کی بناء پر ہی کرنا ہوگا اس لیے یَبدُو لِی أنّهُ لیسَ هناك ما یَمنعُ مِن أنْ یوضعَ حدٌّ أقصٰی لِلعقوبةِ فی مثلِ هذهِ الحالاتِ حتّٰی لَا یُترَكَ المحکومُ علیه فی السِّجنِ إلی غیرِ حدٍ (46) ترجمہ: میری رائے یہ ہے کہ شریعت میں کوئی امر مانع نہیں کہ وہ (قاضی) اِن حالات میں خود ہی زیادہ سے زیادہ مدت قید کا تعین کردے تاکہ کسی سزا یافتہ شخص کو غیر محدود مدت کے لئے جیل میں پڑا نہ چھوڑ دیا جائے۔

اس مقالہ میں مذکور سزائے قید کی تعزیری حیثیت پر فقہاء کرام کے مختلف نقطہ ہائے نظر سے واضح ہوتا ہے کہ عہد خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کے بعد ملوکیت کے طویل ادوار میں سزائے قید کی عملی تطبیقات میں کئی غیر شرعی عوامل شامل ہو گئے تھے۔ ان کی وجہ سے ہر دور کے فقہاء اس کی تعزیری حیثیت پر اپنے تحفظات کا اظہار کرتے رہے۔ مطلق العنان حکمرانوں کی طرف سے شرعی حدود کے نفاذ سے اغماض برتنے اور سزائے قید پر بہت زیادہ انحصار کرنے کے باعث نہ صرف جیلوں میں قیدیوں کی تعداد میں بے پناہ اضافہ ہوتا گیا بلکہ قیدیوں کے اسلامی و انسانی حقوق بھی بری طرح سے پامال ہوتے رہے۔ طویل سزائے قید کی مدت متعین نہ ہونے کی وجہ سے بہت سے قیدی رہائی کی امید دل میں لیے جان سے گزر جاتے تھے۔ بہت سے قیدیوں کو معلوم ہی نہ ہوتا تھا کہ انہیں کس جرم کی پاداش میں جیل کے عذاب میں ڈالا گیا ہے۔

اس لئے فقہاء نے لازم قرار دیا ہے کہ جب کسی ملزم کو قاضی کی عدالت میں لایا جائے تو اُسے اور افرادِ معاشرہ کو بتایا جائے کہ اس پر کس جرم کے ارتکاب کا الزام ہے۔ تعزیری جرائم میں سزائے قید ایک سال سے کم ہو۔ مجرموں سے معاشرہ کو محفوظ بنانے کی غرض سے انہیں کوڑوں کی بجائے سزائے قید دینا ضروری ہو تو غیر متمول قیدیوں کی خوراک اور موسم کے مطابق لباس کے مصارف بیت المال سے ادا کیے جائیں۔ سزائے قید کی تطبیقات کو محدود کرنے کے لئے بعض فقہاء کرامؒ نے کوڑوں کو اسلام کی اساسی سزا قرار دیا کیونکہ اس سے کسی مجرم کی آزادی سلب نہیں ہوتی اور نہ اُس کے زیر کفالت افراد کی زندگیوں میں تلخیاں آتی ہیں۔ اِس مقصد کے پیش نظر بعض فقہاء کرامؒ نے آٹھ تعزیری جرائم بیان کر کے سزائے قید کو اُن تک محدود کرنے کی کوشش کی ہے۔ اِس سے واضح ہوتا ہے کہ فقہاء کرامؒ کے سزائے قید کے شرعی جواز اور اس کی تعزیری حیثیت

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

پر اختلافی نقطہ ہائے نظر اِس کی تطبیقات میں در آنے والے غیر شرعی عوامل کی وجہ سے ہیں، نہ کہ فی ذاتہٖ سزائے قید کی وجہ سے کیونکہ اس تحقیق سے یہ واضح ہو چکا ہے کہ اس کے شرعی جواز پر وہ سب متفق ہیں بشرطیکہ اس کی تطبیقی کیفیات بھی احکامِ شریعت کے مطابق ہوں اور قیدیوں کے اسلامی و انسانی حقوق کے حقوق کا التزام کیا جائے۔

حوالہ جات وحواشی

1- مولانا سیّد ابوالاعلیٰ مودودیؒ (1321-1399ھ/1903-1979ء)، تفہیم القرآن، لاہور، مکتبہ تعمیر انسانیت، س ن، ج3، ص325

2- سورۃ النساء:15

3- پیر محمد کرم شاہ الأزھریؒ (1336-1418ھ/1918-1998ء) ضیاء القرآن، لاہور، پبلی کیشنز، 1402ھ، ج1، ص328

4- امام أبو عبداللہ محمد بن أحمد انصاری قرطبیؒ (م671ھ/1273ء)، الجامع لأحکام القرآن، القاھرۃ، مطبعۃ دار الکتب المصریۃ، 1937ء، ج5، ص84

5- سورۃ المائدہ:33　　6- ضیاء القرآن، ج1، ص464

7- **الجامع لأحكام القرآن**، ج6، ص104

8- امام أبو جعفر محمد بن جریر طبریؒ (224-310ھ/839-923ء)، جامع البیان عن تأویل آی القرآن (تحقیق: محمود شاکر)، بیروت دار إحیاء التراث العربي، ب ت، ج5، ص262

9- امام أبو بکر احمد بن علی جصاصؒ (305-370ھ/917-980ء)، أحکام القرآن، بیروت، دار إحیاء التراث العربي، 1405ھ، ج5، ص95

10- امام عبد الملک بن ہشام حمیریؒ (م213ھ/828ء) السیرۃ النبویۃ (المعروف بسیرۃ ابن ہشام)، بیروت، دار الفکر، ط1، 1992ء، ج2، ص287

11- امام أبو بکر أحمد بن الحسین بن علی بیہقیؒ (384-458ھ/994-1066ء)، السنن الکبریٰ، بیروت، دار الکتب العلمیۃ، ط3، 2003ء، ج6، ص51

12- امام محمد بن علی بن محمد شوکانیؒ (1173-1250ھ/1760-1834ء)، نیل الأوطار من أسرار منتقی الأخبار، بیروت، دار الکتب العربیۃ، 1999ء، ج1، ص330

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

13- ایضاً، ج7،ص25　　　14- ایضاً

15- امام عبدالرزّاق ابن ہمام صنعانیؒ (126-211ھ)، مصنَّف عبد الرزاق، بیروت، المکتب الاسلامی، 1972ء، ج9، ص230 والدکتور محمد روّاس قلعہ جی، **موسوعة فقه عمر بن الخطاب** (رضی اللہ عنہ)، بیروت، دارالنفائس، 1989ء، ص481و826

16- امام أبوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاریؒ (194-256ھ/810-870ء) صحیح البخاری، الریاض، دارالسلام للنشر والتوزیع، 1999ء، کتاب الخصومات، باب الربط و الحبس فی الحرم، حدیث:2422

17- عبدالحی کتانیؒ (1305-1382ھ/1888-1962ء)، الترتیب الإداریة، الرباط، المطبعة الأھلیة، 1246ھ، ج1، ص298

18- ایضاً　　　19- نیل الأوطار، ج8، ص343-344

20- علامہ یاقوت حمویؒ، شہاب الدین ابوعبداللہ یاقوت بن عبداللہ بغدادی (574-626ھ/1178-1229ء)، معجم البلدان، بیروت، دارصادر، ب ت، ج5، ص348-349 وعلامہ ابن خلدونؒ، عبد الرحمٰن بن محمد بن خلدون، فیلسوف مؤرخ (732-808ھ/1322-1406ء)، تاریخ ابن خلدون (مصحح)، بیروت، دار إحیاء التراث العربی، ط1، 1999ء، ج3، ص67-69

21- امام ابن کثیرؒ، ابوالفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر دمشقی (701-774ھ/1302-1373ء)، البدایة و النهایة (تحقیق: علی شیری)، بیروت، دار إحیاء التراث العربی، ط1، 1998ء، ج9، ص156

22- أبومحمد عبدالقادر بن ابی الوفاء قرشی (696-775ھ)، الجواھر المضیة، کراچی، میر محمد کتب خانہ، س ن، ج2، ص221

23- امام أبویوسفؒ، یعقوب بن ابراہیم (113-182ھ)، کتاب الخَراج، القاھرة، المطبعة السلفیة، 1382ھ، ط3، ص150-151

24- ایضاً، ص151　　　25- ایضاً، 149

26- ایضاً، ص151　　　27- ایضاً

28- امام ماوردیؒ، ابوالحسن علی بن محمد بن حبیب (م450ھ)، الأحکام السلطانیة و الولایات الدینیة، القاھرة، مطبعة مصطفیٰ البابی الحلبی، 1973ء، ص228

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

29- امام قرافیؒ،شہاب الدین،ابوالعباس،احمد بن ادریس(م684ھ)،الفُروق(تحقیق:ڈا/محمد روّاس قلعہ جی)،بیروت،دارالمعرفۃ،ب ت،ج4،ص79-80،فرق:236

30- علامہ ابن قیم الجوزیۃؒ،ابوعبداللہ محمد بن أبی بکرالحنبلی(م751ھ)،الطرق الحکمیۃ فی السیاسۃ الشرعیۃ، لاہور،دارنشرالکتب الاسلامیۃ،ب ت،ص102

31- ایضاً 32- ایضاً

33- ایضاً 34- ایضاً،ص248

35- البلدجیؒ،ابوالفضل عبداللہ بن محمود بن مودود،موصلی حنفی(599-683ھ)،الاختیار لتعلیل المختار(تعلیق:الشیخ محمود أبودقیقہ)،القاھرۃ،مطبعۃ مصطفیٰ البابی الحلبی،1951ء،ط2،ج5، ص62

36- علامہ ابن نجیمؒ،زین الدین،ابراھیم بن محمد مصری حنفی(926-970ھ)البحر الرائق شرح کنز الدقائق، القاھرۃ،المطبعۃ العلمیۃ،ب ت،ج13،ص41

37- علامہ علاء الدین مرداویؒ، ابو الحسن علی بن سلیمان بن أحمد دمشقی حنبلی (817-885ھ/ 1414-1480ء)، الإنصاف فی معرفۃ الراجح من الخلاف، بیروت،دارإحیاء التراث العربی،ب ت،ج10،ص249

38- ایضاً،ص250 39- مرجع سابق،ج5،ص41

40- علامہ ابن عابدینؒ،محمد امین بن عمردمشقی،علامہ شامی(1198-1252ھ/1784-1836ء)،رد المحتار علی الدر المختار، المعروف بحاشیۃابن عابدین(محققۃ)،بیروت،دار إحیاءالتراث العربی،ط1،1998ء،ج4،ص61

41- البحر الرائق، ج13،ص169،171،194

42- عودہؒ،عبدالقادر،الدکتور(م1954ء)،التشریع الجنائی الإسلامی، القاھرۃ،دارالتراث، ب ت،ج1،ص689و695-696

43- ایضاً،ص696

44- عامر،عبدالعزیز،الدکتور،التعزیر فی الشریعۃ الإسلامیۃ، القاھرۃ،مطبعۃ مصطفیٰ البابی الحلبی،،1957،ص319

45- ایضاً،ص320 46- ایضاً،ص317

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.